

لَكُمْ نَفْعًاٌ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْمًا حَكِيمًا ①
 وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ
 لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكُنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيلَةٍ يُوَصَّىْنَ بِهَا
 أَوْ دِينٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكُتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ
 كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الشُّمُنُ مِمَّا تَرَكُتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيلَةٍ

ہے۔ یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیے ہیں، اور اللہ یقیناً سب حقیتوں سے واقف اور ساری مصلحتوں کا جانتے والا ہے [۲۱] اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہواں کا آدھا حصہ تمہیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے جب کہ وصیت جوانہوں نے کی ہو پوری کردی جائے، اور قرض جوانہوں نے چھوڑا ہوا اکر دیا جائے۔ اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو، ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں [۲۲] ہوگا، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کردی جائے اور

متعلق سورہ بقرہ، حاشیہ نمبر ۱۸۲ میں ہم بتا چکے ہیں کہ آدمی کو اپنے کل مال کے ۴ حصے کی حد تک وصیت کرنے کا اختیار ہے، اور یہ وصیت کا قاعدہ اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ قانون و راثت کی رو سے جن عزیز دل کو میراث میں سے حصہ نہیں پہنچتا ان میں سے جس کو یا جس جس کو آدمی مدد کا مستحق پاتا ہو اس کے لیے اپنے اختیار تیزی سے حصہ مقرر کر دے۔ مثلاً کوئی تیسم پوتا یا پوتی موجود ہے، یا کسی بیٹے کی بیوہ مصیبیت کے دن کاٹ رہی ہے، یا کوئی بھائی یا بہن یا بھاونج یا بھیجا بھانجایا اور کوئی عزیز ایسا ہے جو سارے کام تناظر آتا ہے، تو اس کے حق میں وصیت کے ذریعہ سے حصہ مقرر کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر رشتہ داروں میں کوئی ایسا نہیں ہے تو دوسرے مستحقین کے لیے یا کسی رفاه عام کے کام میں صرف کرنے کے لیے وصیت کی جاسکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کی کل ملکیت میں سے $\frac{1}{3}$ یا اس سے کچھ زائد کے متعلق شریعت نے میراث کا ضابطہ بنادیا ہے جس میں سے شریعت کے نامزد کردہ وارثوں کو مقررہ حصہ ملے گا۔ اور $\frac{1}{3}$ یا اس سے کچھ کم کو خود اس کی صوابید پر چھوڑا گیا ہے کہ اپنے مخصوص خاندانی حالات کے لحاظت (جو ظاہر ہے کہ ہر آدمی کے معاملہ میں مختلف ہوں گے) جس طرح مناسب سمجھے تیسم کرنے کی وصیت کر دے۔ پھر اگر کوئی شخص اپنی وصیت میں ظلم کرے، یا بالغاظ و دیگر اپنے اختیار تیزی کو غلط طور پر اس طرح استعمال کرے جس سے کسی کے جائز حقوق متنازع ہوتے ہوں تو اس کے لیے یہ چارہ کار رکھ دیا گیا ہے کہ خاندان کے لوگ باہمی رضامندی سے اس کی اصلاح کر لیں یا قاضی شرع سے مداخلت کی ورخواست کی جائے اور وہ وصیت کو درست کر دے۔

[۲۱] یہ جواب ہے ان سب نادانوں کو جو میراث کے اس خدائی قانون کو نہیں سمجھتے اور اپنی ناقص عقل سے اس کسر کو پورا کرنا چاہتے ہیں جو ان کے نزدیک اللہ کے بنائے ہوئے قانون میں رہ گئی ہے۔

[۲۲] یعنی خواہ ایک بیوی ہو یا کئی بیویاں ہوں، اولاد ہونے کی صورت میں وہ $\frac{1}{8}$ کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں $\frac{1}{4}$ کی حصہ دار ہوں گی اور یہ $\frac{1}{3}$ یا $\frac{1}{8}$ سب بیویوں میں برابری کے ساتھ تیسم کیا جائے گا۔

شُوْصُونَ بِهَا أَوْ دِينٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤْرَثُ كَلَلَةً أَوْ امْرَأَةً
وَلَهُ أَخٌ أَوْ أختٌ فِلَكِيلٌ وَاحِدٌ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۝ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ
مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكٌ أَعْنَى فِي الشُّلُثُرِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا
أَوْ دِينٍ لَا يَعْرِفُ مُضَارًا ۝ وَصِيَّةٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝

جو قرض تم نے چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔

اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں، مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تھائی میں وہ سب شریک ہوں گے، [۲۳] جب کو وصیت جو کی گئی ہو پوری کردی جائے، اور قرض جو میت نے چھوڑا ہوا دا کر دیا جائے، بشرطیہ وہ ضرر سانہ ہو۔ [۲۴] یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا و بینا اور نرم خو ہے۔ [۲۵]

[۲۳] باقی ۵ یا ۳ جو چھتے ہیں ان میں اگر کوئی اور وارث موجود ہو تو اس کو حصہ ملے گا، ورنہ اس پوری باقی ماندہ ملکیت کے متعلق اس شخص کو وصیت کرنے کا حق ہو گا۔

اس آیت کے متعلق مفسرین کا اجماع ہے کہ اس میں بھائی اور بہنوں سے مراد اخیانی بھائی اور بہن ہیں یعنی جو میت کے ساتھ صرف ماں کی طرف سے رشتہ رکھتے ہوں اور باپ ان کا دوسرا ہو۔ رہے گے بھائی بہن، اور وہ سوتیلے بھائی بہن جو باپ کی طرف سے میت کے ساتھ رکھتے ہوں، تو ان کا حکم اسی سورہ کے آخر میں ارشاد ہوا ہے۔

[۲۴] وصیت میں ضرر سانی یہ ہے کہ ایسے طور پر وصیت کی جائے جس سے مستحق رشتہ داروں کے حقوق تلف ہوتے ہوں۔ اور قرض میں ضرر سانی یہ ہے کہ محض حقداروں کو محروم کرنے کے لیے آدمی خواہ مخواہ اپنے اوپر ایسے قرض کا اقرار کرے جو اس نے فی الواقع نہ لیا ہو، یا اور کوئی ایسی چال چلے جس سے مقصود یہ ہو کہ حقدار میراث سے محروم ہو جائیں۔ اس قسم کے ضرار کو غناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ وصیت میں نقصان رسانی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ کا راشاد ہے کہ آدمی تمام عمر اہل جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے مگر متے وقت وصیت میں ضرر سانی کر کے اپنی کتاب زندگی کو ایسے عمل ختم کر جاتا ہے جو سے دوزخ کا مستحق ہنادیتا ہے۔ یہ ضرار اور حق تلفی اگرچہ ہر حال میں لگنا ہے، مگر خاص طور پر کالہ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس لیے فرمایا کہ جس شخص کے نہ اولاد ہوئے ماں باپ ہوں اس میں عموماً یہ میلان پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی جان کداو کو کسی کسی طرح تلف کر جائے اور نسبتاً دار کے رشتہ داروں کو حصہ پانے سے محروم کر دے۔

[۲۵] یہاں اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا انہصار دو جوہ سے کیا گیا ہے: ایک یہ کہ اگر اس قانون کی خلاف ورزی کی گئی تو اللہ کی گرفت سے آدمی نفع نہیں سکے گا۔ دوسرے یہ کہ اللہ نے جو حصے جس طرح مقرر کیے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔ کیونکہ بندوں کی مصلحت جس چیز میں ہے اللہ اس کو خود بندوں سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اور اللہ کی صفت حلم یعنی اس کی نرم خوبی کا ذکر اس لیے فرمایا کہ اللہ نے یہ قوانین مقرر کرنے میں بخوبی نہیں کی ہے بلکہ ایسے قاعدے مقرر کیے ہیں جن میں بندوں کے لیے زیادہ سے زیادہ سبولت ہے تاکہ وہ مشقت اور تنگی میں بٹانا نہ ہو۔

۱۷۶
 تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخَلُهُ
 جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِيلِينَ فِيهَا
 وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۱۷۷ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخَلُهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ
 عَذَابٌ مُهِينٌ ۱۷۸ وَالَّتِي يَا تَيْمَنَ الْفَاجِشَةَ مِنْ نِسَاءِكُمْ
 فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ ۱۷۹ فَإِنْ شَهِدُوا
 فَآمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يُجْعَلُ

یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہیں ہتھی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشور ہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کر جائے گا اسے اللہ آگ میں ڈالے گا، جس میں وہ ہمیشور ہے گا اور اس کے لیے رسول اکن سزا ہے ۱۷۵ (الف)

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بندر کھو یہاں تک کہ انھیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی

[۲۵] (الف) یہ ایک بڑی خوف ناک آیت ہے جس میں ان لوگوں کو بیشگی کے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانون و راثت کو تبدیل کریں، یا ان دوسری قانونی حدود کو توڑیں جو خدا نے اپنی کتاب میں واضح طور پر مقرر کر دی ہیں۔ لیکن سخت افسوس ہے کہ اس قدر رخت و عید کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں نے بالکل یہودیوں کی سی جسارت کے ساتھ خدا کے قانون کو بدلا اور اس کی حدود کو توڑا۔ اس قانون و راثت کے معاملے میں جو نافرمانیاں کی گئی ہیں وہ خدا کے خلاف کھلی بغاوت کی حد تک پہنچتی ہیں۔ کہیں عورتوں کو میراث سے مستقل طور پر محروم کیا گیا۔ کہیں صرف ہرے میں کو میراث کا متحقق تھیرایا گیا۔ کہیں سرے سے تقیم میراث ہی کے طریقے کو چھوڑ کر ”مشترک خاندانی جاندا“ کا طریقہ اختیار کرایا گیا۔ کہیں عورتوں اور مردوں کا حصہ برادر کر دیا گیا۔ اور اب ان پر انی بغاوتوں کے ساتھ تازہ ترین بغاوت یہ ہے کہ بعض مسلمان ریاستیں اہل مغرب کی تقید میں ”وفات نیکس“ (Death Duty) اپنے ہاں رائج کر رہی ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ میت کے وارثوں میں ایک وارث حکومت بھی ہے جس کا حصہ رکھنا اللہ میان بھول گئے تھے! حالانکہ اسلامی اصول پر اگر میت کا ترک کسی صورت میں حکومت کو پہنچتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ کسی مرنے والے کا کوئی قریب و بعدر شہدار موجود نہ ہو اور اس کا چھوڑا ہو امال تمام اشیاء متروکہ (Unclaimed Properties) کی طرح داخل ہیت المال ہو جائے۔ یا پھر حکومت اس صورت میں کوئی حصہ پا سکتی ہے جب کہ مرنے والا اپنی وصیت میں اس کے لیے کوئی حصہ مقرر کر جائے۔

اللَّهُ لَهُنَّ سَيِّلًا ۝ وَالَّذِنَ يَأْتِينَهَا مِنْكُمْ فَادْوُهُمَا
فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۝ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّاباً
رَّحِيمًا ۝ إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَئِكَ يَتُوبُونَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيُسْتَ

راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں ان دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ تو بے کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انھیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت تو بے قبول کرنے والا اور حرم فرمانے والا ہے [۲۶] ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر تو بے کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی بر افضل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلدی ہی تو بے کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانہ ہے۔ مگر تو بے

[۲۶] ان دونوں آئیوں میں زنا کی سزا بیان کی گئی ہے۔ پہلی آیت صرف زانیہ عورتوں کے متعلق ہے اور ان کی سزا یہ ارشاد ہوئی ہے کہ انہیں تاحکم ثانی قید رکھا جائے۔ دوسری آیت زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں کے بارے میں ہے کہ دونوں کو اذیت دی جائے، یعنی مارا بیٹھا جائے، بخت سوت کہا جائے اور ان کی تذمیل کی جائے۔ زنا کے متعلق یہ ابتدائی حکم تھا۔ بعد میں سورہ نور کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں مرد اور عورت دونوں کے لیے ایک ہی حکم دیا گیا کہ انہیں سوسوکوڑے لگائے جائیں۔ اہل عرب چونکہ اس وقت تک کسی باقاعدہ حکومت کے ماتحت رہنے اور عدالت و قانون کے نظام کی اطاعت کرنے کے عادی نہ تھے، اس لیے یہ بات حکومت کے خلاف ہوئی اگر اسلامی حکومت قائم ہوتے ہی ایک قانون تعمیرات بنانے کر دھننا ان پر نافذ کر دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رفتہ رفتہ تعمیری قوانین کا خواہ بنانے کے لیے پہلے زنا کے متعلق یہ سزا میں تجویز فرمائیں، پھر بتدریج زنا، قذف اور سرقہ کی حدیں مقرر کیں، اور بالآخر اسی بناء پر تعمیرات کا مفصل قانون بنانے کی خلائق اور خلافتے راشدین کی حکومت میں نافذ تھا۔

مفسر شدہ می کو ان دونوں آئیوں کے ظاہری فرق سے پہلے فہمی ہوئی ہے کہ پہلی آیت مخصوص عورتوں کے لیے ہے اور دوسری آیت غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے۔ لیکن یہ ایک کمزور تفسیر ہے جس کی تائید میں کوئی وزنی دلیل نہیں۔ اور اس سے زیادہ کمزور بات وہ ہے جو اب مسلم اصفہانی نے لکھی ہے کہ پہلی آیت عورت اور عورت کے ناجائز تعلق کے بارے میں ہے اور دوسری آیت مرد اور مرد کے ناجائز تعلق کے بارے میں۔ تعجب ہے ابو مسلم جیسے ذی علم شخص کی نظر اس حقیقت کی طرف کیوں نہ گی کہ قرآن انسانی زندگی کے لیے قانون و اخلاق کی شاہراہ بناتا ہے اور انہی مسائل سے بحث کرتا ہے جو شاہراہ پر پیش آتے ہیں۔ رہیں مگلیاں اور پگڈی نہیں، تو ان کی طرف تو جر کرنا اور ان پر پیش آنے والے ضمنی مسائل سے بحث کرنا کام شاہانہ کے لیے ہرگز موزوں نہیں ہے۔ ایسی چیزوں کو اس نے اجتناد کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ سیکی وجہ ہے کہ عہد نبوت کے بعد جب یہ سوال پیدا ہوا کہ مرد اور مرد کے ناجائز تعلق پر کیا سزا دی جائے تو صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی یہ سمجھا کہ سورہ نساء کی اس آیت میں اس کا حکم موجود ہے۔

الْتَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ
أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبُوتُ إِلَّا عَنْ وَلَا إِلَّا مَنْ يَوْمَئِنَ
وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحْلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا

ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو بڑے کام کیے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی۔ اور اسی طرح توبہ ان لوگوں کے لیے بھی نہیں ہے جو مرتبے دم تک کافر ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے توبہ نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے [۲۷]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو۔ [۲۸] اور نہ یہ

[۲۷] توبہ کے معنی پلتے اور جو ع کرنے کے ہیں۔ گناہ کے بعد بندے کا خدا سے توبہ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک غلام، جو اپنے آقا کا نافرمان بن کر اس سے منہ بھیر گیا تھا، اب اپنے کیے پر شیمان ہے اور اطاعت و فرمان برداری کی طرف پلٹ آیا ہے۔ اور خدا کی طرف سے بندے پر توبہ یہ معنی رکھتی ہے کہ غلام کی طرف سے مالک کی نظر عنایت جو پھر گئی تھی وہ از سرواس کی طرف منعطف ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ میرے ہاں معافی صرف ان بندوں کے لیے ہے جو قصد انہیں بلکہ نادافی کی بنا پر قصور کرتے ہیں، اور جب آنکھوں پر سے جہالت کا پردہ ہتا ہے تو شرمندہ ہو کر اپنے قصور کی معافی مانگ لیتے ہیں۔ ایسے بندے جب بھی اپنی غلطی پر نادم ہو کر اپنے آقا کی طرف پلٹیں گے اس کا دروازہ کھلا پائیں گے کہ۔

ایں درگیہ ما درگیہ نومیدی نیست

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

مگر توبہ ان کے لیے نہیں ہے جو اپنے خدا سے بے خوف اور بے پرواہ کر تمام عمر گناہ پر گناہ کیے چلے جائیں اور پھر عین اس وقت جب کہ موت کا فرشتہ سامنے کھڑا ہو معافی مانگنے لگیں۔ اسی مضمون کو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ ان اللہ يقبل توبۃ العبد مالم بغير غرر ”اللہ بندے کی توبہ میں اسی وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ آثار موت شروع نہ ہوں۔“ کیونکہ امتحان کی مہلت جب پوری ہو گئی اور کتاب زندگی ختم ہو چکی تو اب پلتے کا کون سا موقع ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جائے اور دوسرا زندگی کی سرحد میں داخل ہو کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ معاملہ اس کے برکس ہے جو وہ دنیا میں سمجھتا رہا تو اس وقت معافی مانگنے کا کوئی موقع نہیں۔

[۲۸] اس سے مراد یہ ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد اس کے خاندان والے اس کی بیوہ کو میت کی میراث سمجھ کر اس کے ولی وارث نہ بن بیٹھیں۔ عورت کا شوہر جب مرگیا تو وہ آزاد ہے۔ عدت گزار کر جہاں چاہے جائے اور جس سے چاہے نکاح کر لے۔

تَعْصُلُوهُنَّ لِتَدْهِبُوا بِعَضٍ مَا أَتَيْتُهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ
إِنْفَاجِشَةً مُبِينَةً وَاعْشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهُوهُنَّ
فَعَمَّى أَنْ تَمْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ حَيْرًا كَثِيرًا ۖ وَإِنْ
أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجَ مَكَانَ زَوْجٍ لَا وَآتَيْتُمْ إِحْدًا هُنَّ قَطَارًا
فَلَا تَأْخُذُونَهُ شَيْئًا إِنَّمَا تَأْخُذُونَهُ بِهَتَانًا وَإِنَّمَا تُمْبَينَ ۚ ۷۰
وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَآخَذُنَّ مِنْكُمْ

حلال ہے کہ انھیں تنگ کر کے اس مہر کا کچھ حصہ اڑائیں کی کوشش کرو جو تم انھیں دے چکے ہو۔ ہاں اگر وہ کسی صریح بدچلنی کی مرتبک ہوں (تو ضرور تمہیں تنگ کرنے کا حق ہے) ۱۲۹ ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلاکی رکھ دی ہو۔ ۱۳۰ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آئے کا رادہ ہی کرلو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سامال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔ کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے؟ اور آخر تم اسے کس طرح لے لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے اٹھ فروز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟ ۱۳۱

[۲۹] مال اڑانے کے لیے نہیں بلکہ بدچلنی کی سزا دینے کے لیے۔

[۳۰] یعنی اگر عورت خوب صورت نہ ہو، یا اس میں کوئی اور ایسا نقص ہو جس کی بنا پر وہ شوہر کو پسند نہ آئے تو یہ مناسب نہیں ہے کہ شوہر اول برداشت ہو کر اسے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جائے۔ حق الامکان اسے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ باساوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عورت خوب صورت نہیں ہوتی مگر اس میں بعض دوسری خوبیاں ایسی ہوتی ہیں جو اذوابی زندگی میں جسم صورت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اگر اسے اپنی ان خوبیوں کے اظہار کا موقع ملے تو وہی شوہر جو ابتدا مgesch اس کی صورت کی خرابی سے دل برداشت ہو رہا تھا، اس کے حسن سیرت پر فریغت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح باساوقات اذوابی زندگی کی اہتماء میں عورت کی بعض باتیں شوہر کو ناگوار ہو جائیں اور وہ اس سے بدال ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ صبر سے کام لے اور عورت کے تمام امکانات کو بروئے کار آنے کا موقع دے تو اس پر خود ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی برا نیجوں سے بڑھ کر خوبیاں رکھتی ہے۔ لہذا یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ آدمی اذوابی تعلق کو منقطع کرنے میں جلد بازی سے کام لے۔ طلاق بالکل آخری چارہ کار ہے جس کو ناگزیر حالات ہی میں استعمال کرنا چاہیے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ابغض الحالیہ اللہ الطلاق، یعنی طلاق اگرچہ جائز ہے مگر تمام جائز کاموں میں اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند اگر کوئی چیز ہے تو وہ طلاق ہے۔

[۳۱] پختہ عہد سے مراد نکاح ہے، کیونکہ وہ حقیقت میں ایک مضبوط پیمان و فوایہ جس کے اتحکام پر بھروسہ کر کے ہی ایک عورت اپنے آپ کو ایک مرد کے حوالہ کرتی ہے۔ اب اگر مرد اپنی خواہش سے اس کو توڑتا ہے تو اسے وہ معاوضہ واپس لینے کا حق نہیں ہے جو اس نے معاملہ کرتے وقت پیش کیا تھا۔ (ملاحظہ: سورہ بقرہ، حاشیہ ۲۵)

۱۶۴ مِنْ شَاقَّاً غَلِيظًا ۱۶۵ وَلَا تُنْكِحُو مَا نَكَحَ أَبَا وَكُمْ مَنْ النِّسَاءُ إِلَّا مَاقِدْ
۱۶۶ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتَاطَ وَسَاءَ سَيِّلَةً ۱۶۷ حُرْمَتْ عَلَيْكُمْ
۱۶۸ أُمَّهِتُكُمْ وَبَنْتُكُمْ وَأَخْوَتُكُمْ وَعَمْتُكُمْ وَخَلْتُكُمْ وَبَنْتُ الْأَخْوَةِ

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کرچکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرو، مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ [۳۰]

درحقیقت یہ ایک بے حیائی کا فعل ہے، ناپسندیدہ ہے اور بر اصلن ہے۔

تم پر حرام کی گئیں تمہاری ماں میں، [۳۱] بہنیں، [۳۲] بیٹیاں، [۳۳] پھوپھیاں، غالائیں، بھتیجیاں،

[۳۲] اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جس نے سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا تھا وہ اس حکم کے آنے کے بعد بھی اسے زوجیت میں رکھ سکتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ پہلے جو اس طرح کے نکاح کیے گئے تھے ان سے پیدا ہونے والی اولاد اب یہ حکم آنے کے بعد حرامی قرار نہ پائے گی اور زنا پنے باپوں کے مال میں ان کا حق و راشت ساقط ہو جائے گا۔ تمدنی اور معاشرتی مسائل میں جاہلیت کے غلط طریقوں کو حرام قرار دیتے ہوئے بالعموم قرآن مجید میں یہ بات ضرور فرمائی جاتی ہے کہ ”جو ہو چکا سو ہو چکا۔“ اس کے دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ بے علمی اور نادانی کے زمان میں جو غلطیاں تم لوگ کرتے رہے ہو ان پر گرفت نہیں کی جائے گی، بشرطیکہ اب حکم آ جانے کے بعد اپنے طرز عمل کی اصلاح کرو اور جو غلط کام میں انہیں چھوڑ دو۔ دوسرے یہ کہ زمانہ سبق کے کسی طریقے کو اب اگر حرام ٹھیک رکھا گیا ہے تو اس سے یہ تینجہ نکانا صحیح نہیں ہے کہ پچھلے قانون یا رسم و رواج کے مطابق جو کام پہلے کیے جا چکے ہیں ان کو کا اعدم، اور ان سے پیدا شدہ متاثر کو ناجائز اور عائد شدہ ذمہ دار بیوں کو لا زما ساقط بھی کیا جا رہا ہے۔

[۳۳] اسلامی قانون میں یہ فعل فوجداری جرم ہے اور قبل دست اندازی پوس ہے۔ ابوالاؤ، سنائی اور منداد میں یہ روایات ملتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو موت اور عذیز جائداد کی سزا دی ہے۔ اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے جو روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے یہ قاعدة لکھی ارشاد فرمایا تھا کہ من وقع على فاعل محرم فاقلوه ”جو شخص محمرات میں سے کسی کے ساتھ زنا کرے اسے قتل کرو۔“ فقهاء کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ امام احمد تو اسی بات کے قال ہیں کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے اور اس کا مال ضبط کر لیا جائے۔ {باتی تینوں اندر کے نزدیک ایسے شخص} پر حد زنا جاری ہوگی۔

[۳۴] ماں کا اطلاق کسی اور سوتیلی، دونوں قسم کی ماں پر ہوتا ہے اس لیے دونوں حرام ہیں۔ نیز اسی حرم میں باپ کی ماں اور ماں کی ماں بھی شامل ہے۔ اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ جس عورت سے باپ کا ناجائز تعلق ہو چکا ہو یا اس نے {شہوت سے ہاتھ لگایا ہو} وہ بھی بیٹی پر حرام ہے یا نہیں۔ اسی طرح صاف میں اس امر پر بھی اختلاف رہا ہے کہ جس عورت سے بیٹی کا ناجائز تعلق ہو چکا ہو، وہ باپ پر حرام ہے یا نہیں۔ اور جس مرد سے ماں یا بیٹی کا ناجائز تعلق رہا ہو یا بعد میں ہو جائے اس سے نکاح ماں اور بیٹی دونوں کے لیے حرام ہے یا نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شریعت الہی کا مزاج اس معاملہ میں ان قانونی مو شکافیوں کو قبول نہیں کرتا جن کی بنا پر نکاح اور غیر نکاح اور قتل نکاح اور بعد نکاح اور لمس اور نظر وغیرہ میں فرق کیا جاتا ہے۔ سید بھی اور صاف بات یہ ہے کہ خاندانی زندگی میں ایک ہی عورت کے ساتھ باپ اور بیٹی کے، یا ایک ہی مرد کے ساتھ ماں اور بیٹی کے شہوانی جذبات کا وابستہ ہوئیا سخت مفاسد کا موجب ہے اور شریعت اسے ہرگز برداشت نہیں کر سکتی۔ {جیسا کہ نبی کے متعدد ارشادات سے صاف واضح ہوتا ہے}۔

[۳۵] بیٹی کے حکم میں پوتی اور زوایتی بھی شامل ہیں۔ البتہ اس امر میں {فقہاء کا} اختلاف ہے کہ ناجائز تعلقات کے نتیجہ میں جو لڑکی ہو وہ بھی حرام ہے یا نہیں۔

[۳۶] عگی بہن اور ماں شریک بہن اور باپ شریک بہن تینوں اس حکم میں یکساں ہیں۔

بَنْتُ الْوَخْتِ وَأُمَّهَتُكُمُ الَّتِي أَرَضَعْتُكُمْ وَأَخْوَتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ
وَأُمَّهَتْ نِسَاءٍ كُمْ وَرَبَّا بِكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَاءٍ كُمُ الَّتِي
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ زَقِانٌ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
وَحَلَّ إِلَيْنُ ابْنَاءٍ كُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ لَا وَأَنْ تَجْمِعُوا يَئِنَّ
الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

بجانبیاں، [۲۷] اور تمہاری وہ میں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک ہیں، [۲۸] اور تمہاری یو یوں کی مائیں، [۲۹] اور تمہاری یو یوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گدوں میں پروش پائی ہے۔ [۳۰] ان یو یوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شوہو چکا ہو۔ ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا ہوا اور) تعلق زن و شوہو ہوا ہوتا (خیس چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی مواذنہ نہیں ہے۔ اور تمہارے ان بیویوں کی یو یاں جو تمہاری صلب سے ہوں۔ [۳۱] اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو، [۳۲] مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا، اللہ بخشنا والا اور حرم کرنے والا ہے۔ [۳۳]

[۳۷] ان سب رشتتوں میں بھی سمجھے اور سوتیے کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

[۳۸] اس امر پر امت میں اختلاف ہے کہ ایک بیوی کے یا لڑکی نے جس عورت کا دودھ پیا ہواں کے لیے وہ عورت ماں کے حکم میں اور اس کا شوہر باپ کے حکم میں ہے، اور تمام وہ رشتے جو حقیقی ماں اور باپ کے تعلق سے حرام ہوتے ہیں، رضاگی ماں اور باپ کے تعلق سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ اس بیچے کے لیے رضاگی ماں کا صرف وہی بچہ حرام نہیں ہے جس کے ساتھ اس نے دودھ پیا ہوا بلکہ اس کی ساری اولاد اس کے سے بھائی بہنوں کی طرح ہے اور ان کے بیچے اس کے سے بھانجوں بھیجوں کی طرح ہیں اس حکم کا ماغذہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ یہ حرم من الرضاع مایحروم من النسب۔ البته اس امر میں اختلاف ہے کہ حرمت رضاعت کس قدر دودھ میں سے ثابت ہوتی ہے۔

[۳۹] اس امر میں اختلاف ہے کہ جس عورت سے محض نکاح ہوا ہواں کی ماں حرام ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ، مالک، احمد اور شافعی رحمہم اللہ اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ اور حضرت علیؓ کی رائے یہ ہے کہ جب تک کسی عورت سے خلوت نہ ہوئی ہواں کی ماں حرام نہیں ہوتی۔

[۴۰] ایسی لڑکی کا حرام ہونا اس شرط پر موقوف نہیں ہے کہ اس نے سوتیلے باپ کے گھر میں پروش پائی ہو۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے محض اس رشتہ کی نزاکت ظاہر کرنے کے لیے استعمال فرمائے ہیں۔ فقہائے امت کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے کہ سوتیلی یعنی آدمی پر بہر حال حرام ہے خواہ اس نے سوتیلے باپ کے گھر میں پروش پائی ہو یا نہ پائی ہو۔

[۴۱] یہ قید اس غرض کے لیے بڑھائی گئی ہے کہ جسے آدمی نے بیٹا بنا لیا ہواں کی بیوہ یا مطلاقہ آدمی پر حرام نہیں ہے۔ حرام صرف اس بیٹے کی بیوی ہے جو آدمی کی اپنی صلب سے ہو۔ اور بیٹے ہی کی طرح پوتے اور نواسے کی بیوی بھی دادا اور نانا پر حرام ہے۔

[۴۲] نبی اُسی ہدایت ہے کہ خالہ اور بھائی اور بھوپی بھی اور بیٹی کو بھی ایک ساتھ نکاح میں رکھنا حرام ہے۔ اس معاملہ میں یہ اصول سمجھ لینا چاہیے کہ ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا بہر حال حرام ہے جن میں سے کوئی ایک اگر مرد ہوتی تو اس کا نکاح وہ سری سے حرام ہوتا۔

[۴۳] یعنی جاہلیت کے زمانہ میں جو ظلم تم لوگ کرتے رہے ہو کہ دو دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کر لیتے تھے اس پر باز پرس نہ ہو گی بشرطیکہ اب اس سے باز رہو۔ (مالاحظہ ہو جا شیہ نمبر ۳۲) اسی بنا پر یہ حکم ہے کہ جس شخص نے حالت کفر میں دو بہنوں کو نکاح میں جمع کر رکھا ہوا سے اسلام لانے کے بعد ایک کو رکھنا اور ایک کو چھوڑنا ہو گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَالْحُكْمُ لِلَّهِ أَنَّا نَحْنُ حُكْمُكُمْ
إِنَّ اللَّهَ عَلَيْكُمْ وَأَحْلِكُمْ مَا وَرَأَتُمْ إِذْ لِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِمَا مَوَالِكُمْ

اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں (مُخضنات)، البتہ ایسی عورتیں اس سے مستثنی ہیں جو (جنگ میں) تمہارے ہاتھ میں آئیں۔ [۲۲] ایہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم کرداری گئی ہے۔ ان کے مساواۃ چنی عورتیں ہیں انھیں اپنے اموال کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے،

[۲۳] یعنی جو عورتیں جنگ میں کپڑی ہوئی آئیں اور ان کے کافروں شہردار الحرب میں موجود ہوں وہ حرام نہیں ہیں، یہ کوئہ دار الحرب سے دار الاسلام میں آنے کے بعد ان کے نکاح ثبوت گئے۔ ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی کیا جاسکتا ہے اور جس کی ملک بینیں میں وہ ہوں وہ ان سے تجسس بھی کر سکتا ہے۔ البتہ فقہاء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ اگر میاں اور ہنوفی دونوں ایک ساتھ گرفتار ہوں تو ان کا کیا حکم ہے۔ امام ابوحنیفہؓ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ ان کا نکاح باقی رہے گا اور امام بالک دشافعی رحمہما اللہ کا مسلم یہ ہے کہ ان کا نکاح بھی باقی نہ ہے گا۔

لوڈیوں سے تجسس کے معاملہ میں بہت سی غلط فہمیاں لوگوں کے ذہن میں ہیں یہ، لہذا حسب ذیل مسائل کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیے:
 (۱) جو عورتیں جنگ میں گرفتار ہوں ان کو پکڑتے ہیں ہر سپاہی ان کے ساتھ مباشرت کر لیتے کا مجاز نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی قانون یہ ہے کہ ایسی عورتیں حکومت کے حوالہ کردی جائیں گی۔ حکومت کو اختیار ہے کہ چاہے ان کو ربا کر دے، چاہے ان سے فدیے لے، چاہے ان کا ت拔وہ ان مسلمان قیدیوں سے کرے جو دشمن کے ہاتھ میں ہوں، اور چاہے تو انھیں سپاہیوں میں تقیم کر دے۔ ایک سپاہی صرف اس حکومت ہی سے تجسس کرنے کا مجاز ہے جو حکومت کی طرف سے باقاعدہ اس کی ملک میں دی گئی ہو۔

(۲) جو عورت اس طرح کسی کی ملک میں دی جائے اس کے ساتھ بھی اس وقت تک مباشرت نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اسے ایک مرتبہ ایام ماہواری نہ آ جائیں اور یہ طمیان نہ ہو لے کہ وہ حامل نہیں ہے۔ اس سے پہلے مباشرت کرنا حرام ہے۔ اور وہ حاملہ ہو تو وضع حمل سے پہلے بھی مباشرت ناجائز ہے۔

(۳) جنگ میں کپڑی ہوئی عورتوں سے تجسس کے معاملہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اہل کتاب ہی میں سے ہوں۔ ان کا مدھب خواہ کوئی ہو، بہر حال جب وہ تقیم کردی جائیں گی تو جن کے حصہ میں وہ آئیں وہ ان سے تجسس کر سکتے ہیں۔

(۴) جو عورت جس شخص کے حصہ میں دی گئی ہو صرف وہی اس کے ساتھ تجسس کر سکتا ہے۔ کسی دوسری کو اسے ہاتھ لگانے کا حق نہیں ہے۔ اس عورت سے جو اولاد ہوگی وہ اس شخص کی جائز اولاد بھی جائے گی جس کی ملک میں وہ عورت ہے۔ اس اولاد کے قانونی حقوق وہی ہوں گے جو شریعت میں صلی اولاد کے لیے مقرر ہیں۔ صاحب اولاد ہو جانے کے بعد وہ عورت فروخت نہ کی جائے گی۔ اور مالک کے مرتے ہی وہ آپ سے آپ آزاد ہو جائے گی۔

(۵) جو عورت اس طرح کسی شخص کی ملک میں آتی ہو اسے اگر اس کا مالک کسی دوسرے شخص کے نکاح میں دیدے تو پھر مالک کو اس سے دوسری تمام خدمات لینے کا حق تو رہتا ہے لیکن شہوانی تعلق کا حق باقی نہیں رہتا۔

(۶) جس طرح شریعت نے بیویوں کی تعداد پر چار کی پابندی لگائی ہے اس طرح لوڈیوں کی تعداد پر نہیں لگائی۔ لیکن اس معاملہ

مُحْصِنِينَ غَيْر مُسْفِحِينَ فَمَا اسْتَهْدَعْتُرِيهِ مِنْهُنَّ فَأَتُوْهُنَّ
أُجُورُهُنَّ فَرِیضَةٌ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ
الْفَرِیضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْهَا حَکِیمًا ۝ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ
طَوْلًا أَنْ يَتَكَبَّرْ الْمُحْصَنَتُ الْمُؤْمِنَتُ فَإِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ
فَتَیَّتِكُمُ الْمُؤْمِنَتُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ ۝

بشرطیکہ حصار نکاہ میں ان کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد ہوت رانی کرنے لگو، پھر جواز دو اسی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بد لے ان کے میراب طور فرض کے ادا کرو، البتہ مہر کی قرارداد ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اللہ علیم اور وانا ہے۔ اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (محصنات) سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمہاری ان لوگوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر لے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومن ہوں۔ اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے، تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو، [۲۵]

میں کوئی حد مقرر نہ کرنے سے شریعت کا منشاء نہیں تھا کہ مال دار لوگ بے شمار لوگوں میں خرید خرید کر مجع کر لیں اور اپنے گھر کو عیاشی کا گھر بنالیں۔ بلکہ در حقیقت اس معاملہ میں عدم تعین کی وجہ جنکی حالات کا عدم تعین ہے۔

(۷) ملکیت کے تمام دوسرے حقوق کی طرح وہ مالک از حقوق بھی قبل انتقال ہیں جو کسی شخص کو ازاڑوئے قانون کی اسی وجہ پر حکومت نے عطا کیے ہوں۔

(۸) حکومت کی طرف سے حقوق ملکیت کا باقاعدہ عطا کیا جانا ویسا ہی ایک قانونی فعل ہے۔ لہذا کوئی عقول و جنبیں کہ جو شخص نکاہ میں کسی قسم کی کراہت محسوس نہیں کرتا وہ خواہ خواہ لوگوں سے تباہ میں کراہت محسوس کرے۔

(۹) اسی ان جگہ میں سے کسی عورت کو کسی شخص کی ملکیت میں دے دینے کے بعد پھر حکومت اسے واپس لینے کی مجاز نہیں رہتی۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی عورت کا ولی اس کو کسی کے نکاح میں دے چکنے کے بعد پھر واپس لینے کا حق دار نہیں رہتا۔

(۱۰) اگر کوئی فوجی کمانڈر محض وقق اور عارضی طور پر اپنے سپاہیوں کو قیدی عورتوں سے شہوانی پیاس بجھانے کی اجازت دی دے اور محض کچھ وقت کے لیے اُنھیں فوج میں تقیم کرے تو یہ اسلامی قانون کی رو سے قطعاً ایک ناجائز فعل ہے۔ اس میں اور زنا میں کوئی فرق نہیں ہے، اور زنا اسلامی قانون میں جرم ہے۔ تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ”تفہیمات“ حصہ دوم اور ”رسائل و مسائل“ حصہ اول۔

[۲۵] یعنی معاشرت میں لوگوں کے درمیان جو فرق مراتب ہے وہ محض ایک اعتباری چیز ہے، ورنہ دراصل سب مسلمان یکساں ہیں، اور اگر کوئی حقیقی وجد امتیاز ان کے درمیان ہے تو وہ ایمان ہے جو محض اونچے گھرانوں ہی کا حصہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک لوگوں ایمان و اخلاق میں ایک خاندانی عورت سے بہتر ہو۔